Al-Mahdi Research Journal (MRJ)
Vol 5 Issue 2 (Oct-Dec 2023)
ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Critical Study of the Poetic Grandeur of Qasir Jamali

قاصر جمالی کی شاعرانہ عظمت

Safia Bibi
P.hD. Scholoar NCBA&E
Musadiqhussain6447@gmail.com

Muhammad Shakeel Pitafi
Professor NCBA&E
shakilpitafi@gmail.com

Rafia Malik
Assistant Prof. NCBA&E
rafiamalik7151@gmail.com

Abstract

Qasir Jamali's verses not only showcase his innate poetic prowess but also unveil a deep connection with the cultural and linguistic nuances of his surroundings. His poetic journey is a testament to the rich literary tradition of Sadar Garh, where his eloquent expressions resonate with the everyday experiences of the local community. Having dedicated five decades to the art of poetry, Jamali's verses transcend mere words, offering profound insights into the complexities of life, love, and the human condition. His command over both Saraiki and Urdu languages reflects a versatility that captures the essence of diverse emotions and experiences. Jamali's poetry serves as a cultural bridge, connecting the heritage of his small town to broader linguistic traditions. His thoughtful and avant-garde compositions have garnered recognition not only locally but also within the broader literary circles. In examining

OPEN ACCESS

CC BY

Qasir Jamali's contribution to poetry, one finds a fusion of tradition and innovation. His ability to blend classical poetic forms with contemporary themes reflects a keen awareness of the evolving nature of the art. As a naturally born poet, Jamali's verses resonate not only with the beauty of language but also with the depth of human sentiment, making his work a noteworthy contribution to the world of versification.

Keywords: Qasir jamali, Rahim Yar Khan, Fictional Poet, Society, Modernist

تمہید

غزل اُردو کی مقبول ترین صنف ہے۔رفیع الدین ہاشمی کے مطابق

> "غزل وہ صنف شعر ہے جس میں حسن و عشق کی مختلف کیفیات کا بیان ہو اور اس میں درد و سوز بہت نمایاں ہو۔"(۱)

اصطلاح میں غزل شاعری کی وہ صنف ہے جس میں حسن و عشق کے موضوعات اور تجربات پیش کیے جاتے ہیں۔ایک اور اصطلاح میں غزل اشعار کا وہ مجموعہ ہے جس میں شاعر محبوب کے حسن وجمال اور زیبائی ورعنائی کی تعریف وتوصیف کرتا ہے اوراسکے حسن وعشق کا دم بھرتا ہے۔غزل کا ہر ایک شعر ایک مکمل مفہوم لیے ہوئے ہوتا ہے۔ساری غزل ایک ہی بحر میں ہوتی ہے۔جسکے پہلے شعر کے دونوں مصرعے ہم قافیہ اور ہم ردیف ہوتے ہیں۔اس شعر مطلع کہا جاتا ہے۔اسی طرح اگر دوسرا شعر بھی یہی خصوصیات لیے ہوئے ہوتو اسے حسن مطلع کہاجاتا ہے۔غزل کا آخری شعر جس میں شاعر اپنا تخلص بیان کرتا ہے اسے مقطع کہا جاتا ہے۔غزل کے لہجے میں ترنم و موسیقیت پائی جاتی ہے۔غزل میں حسن و عشق کے مضامین کے ساتھ،تصوف،اخلاق،اور حیات وکائنات کے مضامین پائے جاتے ہیں۔آج شعراء ایسی غزلیں بھی کہہ رہے ہیں جو اپنے اندر خیالات کی وحدت رکھتی ہیں۔ایسی غزلوں کو مسلسل غزلیں کہاجاتا ہے۔غزل اردو اور فارسی دونوں زبانوں کی مقبول ترین صنف سخن رہی ہے۔

اردو کے معروف شاعر قاصر جمالی (جن کا تعلق سرزمین رحیم یار خان سے ہے) نے اردو اور سرائیکی دونوں زبانوں میں شاعری کی۔ان کی مادری زبان سرائیکی ہے۔جبکہ قاصر جمالی کازیادہ تر رجان اردو غزل کیطرف ہے۔ اردو کے معروف شاعر قاصر جمالی کا تعلق رحیم یار خان کے شہر سردار گڑھ سے ہے۔قاصر جمالی کا اصل نام حبیب الرحمن ہے قاصر تخلص استعمال کرتے ہیں۔ان کا خاندان ہندوستان کے شہر پٹیالہ سے ہجرت کر کے پاکستان آیا۔قاصر جمالی کے والد کا نام ملک محمد بخش تھا۔وہ پیشے کے لحاظ سے بیوپاری تھے۔کپڑے اور اجناس کا کام کرتے تھے۔ابتدائی تعلیم پانچ سال کی عمر میں مدرسے سے شروع ہوئی۔پرائمری تعلیم کے

CC BY

لیے انہیں ان کے چچا کے پاس بھیجا گیا جو گڑھ اختیار میں بطور استاد تعینات تھے۔ مڈل کا امتحان رکن پور سکول سے دیا۔ یہاں پر ہفتہ وار بزم ادب کرایا جاتا تھا۔ قاصر انتہائی درجے کے ادبی ذوق رکھنے والے تھے۔ وہ بزم ادب اور تقاریر کے ساتھ نعت گوئی میں بھی حصہ لیتے تھے۔ مڈل کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا لیکن ادبی ذوق پروان چڑھتا رہا۔ قاصر جمالی کا تعلق ادبی گھرانے سے تھا جب کہ وہ خود کہتے ہیں۔

> "میرے ننھیال صاحب علم تھے ان سے میں نے بہت کچھ سیکھا اور اس کے ساتھ ساتھ میرے گھر میں بھی علمی ماحول میسر رہا میرے گھر علامہ اقبال کی تصانیف بانگ درا اور بال جبریل موجود تھیں ابو جان علامہ اقبال کا کلام سنایا کرتے اور ازبر بھی کراتے۔"(۲)

قاصر جمالی کے نانا کے متعلق نذیر احمد بزمی اس طرح بیان کرتے ہیں

> "قاصر جمالی کے نانا غلام محمد ایک صاحب بصیرت شخصیت تھے۔ وہ ادبی ذوق کے حامل تھے وہ پٹیالہ زبان بولتے تھے۔ قاصر ان کی شخصیت سے بے حد متاثر تھے۔"(۳)

قاصر جمالی ایک سادہ مزاج، نرم دل اور ہمدرد شاعر ہیں۔ ان کی شخصیت سحر انگیز اور لہجے میں مٹھاس ہے۔ پہلی ملاقات میں کوئی بھی انکا اسیر ہو جاتا ہے۔ شاعری میں ان کے استاد قیس فریدی صاحب تھے جو اردو شاعری میں کسی
تعارف کے محتاج نہیں۔ وہ قاصر کے لیے بہترین معلم ثابت ہوئے۔ انہوں نے قاصر کی زندگی کے تاریک گوشوں میں زندگی بھر دی اور قاصر کو ایک بہترین شاعر اور عظیم انسان بنا دیا۔

قاصر جمالی کی غزلوں میں تخیل کی بلندی اور نظر کی گہرائی کا تفصیلا جائزہ لیا جانا ضروری ہے تا کہ قاصر جمالی کی شاعرانہ عظمت کو اجاگر کیا جاسکے۔ جدت پسندی یعنی عام روش سے ہٹ کر چلنا اسی میں قاصر جمالی کی انفرادیت کا راز پوشیدہ ہے اور یہی ان کی شاعری کا وصف خاص ہے۔ قاصر جمالی لکیر کے فقیر نہیں وہ ہر میدان میں اپنا راستہ خود نکالنے پر مکمل دسترس رکھتے ہیں۔ شعری روایت کو انہوں نے ویسے کا ویسے قبول نہیں کیا بلکہ اس میں سے جو چیز انہیں پسند نہ آئی اس پر دھیان نہیں دیا۔ روایت کو اپنانا انہوں نے اپنی شان کے خلاف سمجھا۔ اس لیے انہوں نے منفرد انداز اپنایا جس پر چل کر انہیں ذاتی طور پر فخر محسوس ہوا۔ انہوں نے اپنی ذات کے اظہار کو شاعری کا واحد مقصد جانا۔ کلام قاصر جمالی کے سب سے بڑے نبض شناس ڈاکٹر شکیل پتافی فرماتے ہیں کہ

> "قاصر کی طبیعت اس قسم کی ہے کہ وہ عام روش پر چلنے سے ہمیشہ ناک بھول چڑھاتے تھے۔ عامیانہ خیالات اور محاورات سے حتی الوسع اجتناب کرتے۔"(۴)

OPEN ACCESS
CC BY

قاصر جمالی کے تنقید نگاروں کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کی سب سے بڑی خوبی ان کا انداز بیان ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کسی نے اس کو 'طرز ادا' سے تعبیر کیا ہے کسی نے 'جدت' سے اور کسی نے 'طرافگی' سے تو کسی نے 'اداخاص' سے۔ انہوں نے ہر بات کو نئے پہلو سے دیکھا اور نئے اسلوب سے پیش کیا ہے۔ چند اشعار درج کیے گئے ہیں جو انکے بلند تخیلات کو واضح کرتے ہے۔

ے
عجب انداز کی یہ دھندلاہٹ راستے میں ہے
کوئی آواز ہے نہ کوئی آہٹ راستے میں ہے (۵)

ے
یوں شہر میں رسوائی کا سامان نہ ہوتا
رسوا مجھے کر کے تو پشیمان نہ ہوتا (۶)

تصور حسن و عشق کلام قاصر جمالی میں نمایاں اور سب سے موثر موضوع ہے۔ ان کی غزلوں میں حسن کی جیتی جاگتی تصویریں صاف بتا رہی ہیں کہ اس فنکار کی زندگی نے محبت کا مزا چکھا ہے کیونکہ غزل کا بنیادی موضوع حسن و عشق ہی ہے۔ شاعر حسن کو تاڑتا ہے اس سے متاثر ہوتا ہے اس کے پیکر حسن کی سراپا نگاری اپنے کلام میں کرتا ہے۔ قاصر جمالی حسن و عشق کا شاعر ہے۔ جہاں حسن نظر آیا متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ ڈاکٹر شکیل پتافی قاصر جمالی کے تصور حسن و عشق کو یوں سراہتے ہیں۔

"قاصر جمالی پیار و محبت کے شاعر ہیں۔ ان کی بیشتر غزلوں میں حسن و عشق کی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں۔"(۷)

قاصر کے کلام میں عشق کو رنگینی اور حسن کے جلوے تمام تر رنگینیوں کے ساتھ موجود ہیں۔ جنہیں انہوں نے بڑے ڈھنگ اور سلیقے سے پیش کیا ہے۔ اور اپنی حقیقی شاعرانہ زندگی کے تجربات کو اشعار کی لڑیوں میں پرو دیا ہے۔

ے
میں زاویہ نگاہ کو بدلوں تو کس طرح
صورت حسین آپ سے بڑھ کر کوئی تو ہو (۸)

محبت میں بے اختیاری بھی ان کے اشعار میں دکھائی دیتی ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہے۔

ے
ہر ایک شخص کا اک اختیار ہوتا ہے
اسی کا رہتا ہے وہ جس سے پیار ہوتا ہے
دلیل نہ کوئی محبت جواز الفت میں
بس ایک چیز ہے وہ اعتبار ہوتا ہے
ہر ایک رات تمہارے ہی غم میں کٹتی ہے
تمہارے ہجر میں دن سوگوار گزرتا ہے (۹)

CC BY

قاصر جمالی کی شاعری میں ہمیں ہجر و فراق کے سنگ شکوہ شکایت کی باتیں، عاشق اور معشوق کی چھیڑ چھاڑ، مضطرب دل کی کیفیات، محبوب کی جفاوں کا گِل، حسن کے جلووں اور رعناوں کا ذکر، محبوب کی غزالی آنکھوں کا بیان بڑے موثر انداز میں کیا گیا ہے۔

ے

سر سے وفا کا بھوت اتر جانا چاہیئے

وعدوں سے اپنے ہم کو مکر جانا چاہیئے

ساقی بھی تھک گیا ہے کوئی رند بھی نہیں

ویرانیوں کو چھوڑ کے گھر جانا چاہیئے

انسان کا وجود مادی بھی ہے روحانی بھی۔مادی وجود کشف ہے زمین کی طرف کھینچتا ہے جبکہ روح کی لطافت اوپر کو اٹھاتی ہے اور کشمکش انسان کو پریشان اور مضطرب رکھتی ہے۔جہاں قاصر جمالی نے حسن و عشق مجازی کو بیان کیا وہاں عشق حقیقی سے لگاو بھی ان کے اشعار میں ملتا ہے۔مذہبی رنگ واضح دیکھا جاسکتا ہے۔ان کے کلام میں مرثیے اور سلام کا رنگ نمایاں ہے۔

ے

وہ ترانہ گاتے ہوئے ذات کبریا کے حسینؑ

چلے تو دین کی شمع جلا کے چلے حسینؑ (۱۰)

تھا ایک نام فقط جس کو کچھ نہ تھا اعزاز

ہوا ہے نام تو محسن ہیں کربلا کے حسینؑ

قاصر جمالی ایک جرات مند اور حوصلہ مند شاعر ہیں ان کی ساری زندگی کی آزمائشوں، مشکلوں، دقتوں اور غم و آلائم کے خلاف جد وجہد سے عبارت ہے۔ان کے نزدیک زندگی اپنے تمام تر مصائب و آلائم کے باوجود حسین ہے۔وہ ناامید نہیں بلکہ شکستہ دل ہونے کے باوجود سینہ سپر رہے ہیں۔ڈاکٹر شکیل پتافی ان کی یاس وناامیدی کے بارے میں یوں فرماتے ہیں۔

"قاصر جمالی ایک جرات مند اور حوصلہ مند شاعر ہے۔ان کا انبار قنوطیت کا درس دیتا ہے۔وہ زندگی کو سمجھتے اور حیات کی مخالف قوتوں سے پوری طرح نبرد آزما ہونت کا حوصلہ فراہم کرتا ہے۔"(۱۱)

اس سب کے باوجود قاصر جمالی کے کلام میں یاس وناامیدی واضح نظر آتی ہے۔درج ذیل اشعار خاص طور پر

ے

دل کے قریب رہ کے بھی قربت نہیں ملی

دل تو کیا وہ آپس کی محبت نہیں ملی

جاناں تمہارے لمس کی حسرت رہی سدا

ایسی غم حیات سے فرصت نہیں ملی (۱۲)

OPEN ACCESS
CC BY

قاصر جمالی کے یہاں شاعرانہ تعلی ایک ایسی حیران کن خوبی ہے جو کسی شاعر کے ہاں نہیں ملی۔اس وجہ سے قاصر شاعری میں انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔شاعرانہ تعلی کی مثالیں ان کی غزلوں میں جابجا ملتی ہیں۔جمالی صاحب کو خود پر بہت ناز ہے وہ کم از کم معاصرین سے خود کو ممتاز سمجھتے ہیں۔تعلی تو محض خود پرستی کی تسکین کے لیے ایک ذریعہ اظہار ہے لیکن قاصر جمالی کے ہاں یہ خود پرستی کا جذبہ ابھرنے کے لیے بے چین نظر نہیں آتا بلکہ معاصرین سے چشمک ان سے مقابلے میں اپنی برتری کے لیے دلیلیں وشواہد غرض ہر طرح کی کیفیتیں نظر آتی ہیں۔انہوں نے دل کی بھڑاس نکالنے کے لیے تعلی اختیار کیا وہ چاہتے تو ہجو گوئی پر اتر آتے لیکن انہوں نے اس روش پر چلنے کی بجائے اپنے دامن کو سمیٹنے میں ہی عافیت جانی اور اس بات کا اعتراف ان کے اشعار میں جابجا ملتا ہے۔

ے

کیسا مقابلہ ہے مقابل کوئی نہیں
مجھ ساحری ہو میرے برابر کوئی نہیں
تربت یہ کس غریب کی نکلی ہے دشت میں
سبزہ ہو مقبرہ ہو مجاور کوئی تو ہو (۱۳)

ان کی شاعری میں روایت اور جدت کا حسین امتزاج بھی نمایاں ہے جہاں انہوں نے اپنی شاعری میں تخیل کی بلند پروازی اور شوکت الفاظ کا استعمال کیا وہیں پر انہوں نے روایت اور جدت سے رشتہ جوڑے رکھا۔ڈاکٹر شکیل پتافی یوں بیان کرتے ہیں۔

> ”قاصر جمالی میرے شفیق استاد ہیں وہ ایک قادر الکلام شاعر ہیں انکی غزلیں روایتی مگر جاندار اور متحرک اسلوب پر مشتمل ہیں۔واقعات کی عکاسی سہل ممتنع،روایت اور جدت کا حسن،فصاحت و بلاغت سے مرصع کلام ان کی اردو شاعری کی خاص خوبیاں ہیں۔(۱۴)

قاصر جمالی کی غزلوں میں روایت اور جدت کے حسین امتزاج کے بارے میں نذیر احمد بزمی اپنی کتاب ”خانپور میں اردو غزل“ میں ان کے اشعار لکھتے ہیں۔

ے

محتاج بھی خدا نے نہ ہونے دیا مجھے
تھا اس تار تار پیر نہیں مفلسی مگر
عریاں تیری رِدا نے نہ ہونے دیا مجھے
رنجور اسی دعا نے نہ ہونے دیا مجھے (۱۵)

OPEN ACCESS

قاصر جمالی کی طبیعت میں شوخی اور ظرافت کا اچھوتا پن نمایاں نظر آتا ہے۔ قاصر کی شوخی و ظرافت انکے فن کے مطالعے سے صاف پتہ چلتی ہے۔ انکی واقعیت پسندی انہیں فطرت کے خزانے سے شوخی و ظرافت کا سرمایا فراہم کرتی ہے۔ وہ بڑی حد تک لفظوں کے ردو بدل یا ان کے ایک سے زیادہ معنوں کے لطف انگیز استعمال میں دلچپسی لیتے ہیں اور یہی وہ صنعت ہے جس نے احباب میں ان کو ہر دل عزیز بنا دیا۔ درج ذیل اشعار کو دیکھ لیتے ہیں۔

؎ آتا ہے یاد اب بھی وہ نفرت کے باوجود
مجھ سے رہا خفا جو محبت کے باوجود (۱۶)

مستی عقل میں پکارتی ہی رہی
مر رہی ہوں میں خان آجاو (۱۷)

قاصر جمالی وہ تنہا شخص ہیں جنہیں غالب اور فیض کے رنگ طبیعت سے خاص مناسبت رہی۔ ان کے کلام میں غالب کا سوز ساز اور فیض کی شگفتگی اور رنگینی ایک نرم اور معتدل شکل میں موجود ہے۔ اگر غالب کے ہاں آفتاب نصف النہار کی گرمی موجود ہے تو وہی فیض کے ہاں منور کر دینے والی روشنی پائی جاتی ہے۔ سہ پہر کے وقت جب آفتاب ڈھل جانے پر دھوپ اور روشنی کے امتزاج سے جو خوشگوار کیفیت پیدا ہوتی ہے وہی کیفیت قاصر جمالی کے کلام میں ہمیں محسوس ہوتی ہے۔

؎ ذرا چلنا سنبھل کر سامنے دشواریاں ہوں گی
گر و نہ منہ کے بل یارو گرا وٹ روستے میں ہے (۱۸)

قاصر جمالی مفلس ضرور تھا لیکن اس نے مفلسی میں بھی قناعت سے زندگی گزاری۔ اسکی زندگی میں قناعت کا مقام اس لیے بلند پائے کا تھا کہ اس نے اپنی مجبوری کو اپنی قناعت پسندی پر غالب نہیں ہونے دیا۔ درج ذیل اشعار کو قاصر جمالی کی قناعت پسندی کہا جا سکتا ہے۔

؎ لمحوں کی برسات میں کیا جی پائیں گے
اب ایسے حالات میں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (۱۹)

کاغذ لباس اوڑھے پھرتے ہیں ہواؤں میں
مستور رہیں گیں کیا کمزور اداؤں میں (۲۰)

قاصر جمالی کی شاعری میں شروع سے آخر تک وہ عنصر چھایا ہوا ہے جس کو روح عصر کہتے ہیں۔ اور جدید اصول تنقید کی روح سے جس کے بغیر ادب نہیں ہوتا ہے۔ اردو شاعری میں یہ عنصر سرے سے مفقود تھا کہ کسی شاعر اپنے عہد سے کوئی واسطہ نہ تھا بر خلاف اس کے قاصر کا کلام اپنے وقت اور روح عصر کا آئینہ ہے۔ حالات وواقعات اور رسوم ورواج وروایات جیسی زندگی سے

CC BY

معمور تصویریں قاصر نے ہم کو دی ہیں وہ اردو کے کسی دوسرے شاعر میں نظر نہیں آتیں۔ان کی تمام غزلوں کی تہہ میں اقتصادی مسائل نظر آتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے عہد کی بدحالی اور انتشاری کا تجربہ کیا ہوا تھا۔

قاصر کے کلام کا یہ حصہ ان کی شاعری میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔اس زمانے میں جب دوسرے شعراء غزل سرائی میں مصروف ہیں اور کبھی کبھی ان باتوں کا بیان کرتے ہیں تو ان استعاروں اور کنایوں کو اپنے کلام میں لاتے ہیں جس سے انکے عہد اور اس دور کے مسائل کا بہت کم اندازہ ہوتا ہے لیکن قاصر جمالی نے ایک باشعور فنکار کی حیثیت سے عمومی زندگی کے اس رخ کو اپنے فن کا موضوع بنایا۔درج ذیل اشعار روح عصر کے ترجمان ہونے کو ظاہر کرتے ہیں۔

ے تقسیم کر رہے ہیں جہاں میں بصارتیں
لازم ہے ان کے سامنے منظر کوئی تو ہو (۲۱)

ہر رہبر و منزل نے پالی ہے کوئی منزل
چھپ کر میرے سب رہبر بیٹھے ہیں گپھاؤں میں (۲۲)

قاصر جمالی کے مشاہدات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔انہوں نے اپنے ماحول کی ہر شے کو غور سے دیکھا اس نے زندگی کی حقیقت جاننے اور دنیا کے ہنگاموں کا کھوج لگانے کی کوشش کی۔جن انہیں حقیقت کی تہہ تک پہنچنے میں دقت ہوئی تو انہوں نے تحیرتاً حیرت کا اظہار کیا اور یہی حیرت و تعجب ان کے ہاں انبساط کی صورت اختیار کرتی ہے۔کبھی طنز و احتجاج کی صورت میں نمایاں ہوتی ہے۔غرض قاصر کے سراپا میں ان کے مشاہدے کی گہرائی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ے بے باک تھا تبھی تو زبان کاٹ دی گئی
نکلی ہی تھی منہ سے صدا قتل ہو گئی (۲۳)

ے وحشت کا ہر ایک سمت ہے طوفان بلا خیز
اس حال میں بھی کیوں کوئی پاگل نہیں ہوتا (۲۴)

کلمات استفہام کو روزمرہ تقریروں اور تحریروں میں غیر معمولی دخل ہے۔اور مختلف کلمات مثلاً کون، کیا، کب، کدھر، کیسے، کیوں، کیونکہ اور کیسے وغیرہ استفسار کے لیے لائے جاتے ہیں۔ان کلمات کی اہمیت علیحدہ علیحدہ استعمال ہونے سے نہیں بلکہ جن انہیں ایکدوسرے کیساتھ ملا کر استعمال کیا جاتا ہے تب واضح ہوتی ہے۔اس طرح ان کے معنی خود بخود واضح ہو جاتے ہیں۔قاصر جمالی کے اسلوب میں جو چیز نمایاں ہے وہ استفہامیہ لب و لہجہ ہے۔ان کے کلام کی ایک خوبی ہے اس میں رنگ استفہام کے کئی نمونے ملتے ہیں۔قاصر کے ہاں استفہام تجسس اور فکر کو ابھارنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔یہ استفہام قاری کو اپنا دوست اور راز دار بنا دیتا ہے۔مثلاً درج ذیل اشعار میں استفہام کو دیکھ سکتے ہیں۔

ے بدل نہیں ہوں کیوں میں عروج و زوال میں

OPEN ACCESS

مضمون اک نہاں ہے تمہارے سوال میں (۲۵)

جو ملتفت تھا آج گریزاں ہے کس لیے

لگتا ہے آج کچھ نہ کچھ کالا ہے دال میں

قاصر جمالی ایک محب وطن قوم پرست شاعر ہیں۔وہ اپنے ملک کے مفلس،غریب اور پسے ہوئے طبقے سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ وہ اپنے وطن اور معاشرے کو مثالی دیکھنے کے آرزو مند ہیں۔اور اپنے معاشرے میں پائی جانیوالی بدصورتی سے نفرت کرتے ہیں۔

سادگی و پرکاری کسی بھی شاعر کے کلام کی اہم خوبی تصور کی جاتی ہے۔یہی خوبی قاصر جمالی کی شاعری میں پائی جاتی ہے۔وہ سادہ،بے ساختہ اور برجستہ مصرعوں سے شیرینی اور چاشنی بڑھاتے ہیں ان کی شاعری میں عام گفتگو اور روزمرہ کی بول چال کا اندازہ پایا جاتا ہے۔ان کا سلوب تصنع آرائی اور بناوٹ سے پاک ہے یہی وجہ ہے کہ ان کا کلام دل میں گھر کر جاتا ہے۔مظہر سعید اس حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ

"قاصر جمالی کا اکثر و بیشتر نہایت سادہ مفہوم،آسانی سے رہنمائی کرنے والا اور دل کو اپنی طرف کھینچنے والا ہے۔ان کے کلام کا خاص اور دلکش عنصر سہل ممتنع ہے۔"(۲۶)

مندرجہ ذیل اشعار میں نفس مضمون کی سادگی کو دیکھا جاسکتا ہے۔

ے یہ طے ہے آنکھ کے لیے شرط کو اب نیند

مسکن ہے موت کا بھی مگر بے حساب نیند (۲۷)

خدا سے ہم نے جو مانگا ضرور بخش دیا

ہجر نے فہم سے دانش سے دور بخش دیا (۲۸)

جس طرح انسان کی شخصیت پر خاندان،ماحول اور ثقافت کا گہرا اثر ہوتا ہے۔بالکل اسی طرح ایک شاعر کے کلام میں کسی نہ کسی عملی و ادبی شخصیت کا گہرا اثر ضرور ہوتا ہے۔جس کے کلام کو پڑھ کر نہ صرف متاثر ہوتا ہے بلکہ اپنا خدائے سخن تسلیم کرتے ہیں۔ قاصر جمالی بھی میر تقی میر کو اپنا خدائے سخن تسلیم کرتے ہوئے ان کے کلام کی خصوصیت کے پیروکار نظر آتے ہیں۔ قاصر جمالی کی شاعری میں میر تقی میر کے انداز دکھائی دیتے ہیں۔

ے بچے بلکتے بھوک سے چھوڑ آیا شام کو

فارغ ہوا تو وقت پر اجرت نہیں ملی (۳۰)

قاصر جمالی کی شاعری پر فیض احمد فیض کے اثرات دکھائی دیتے ہیں۔اس ضمن میں مندرجہ ذیل اشعار ملاحظہ کریں

ے ہے کون سا جو محب پر ستم نہیں کرتا

OPEN ACCESS
CC BY

میرا کمال کہ سر پھر بھی خم نہیں کرتا
رکے تو اس کو چلانا نہیں کسی کی مجال
جو چل پڑے تو وہ پیچھے قدم نہیں کرتا
عجب شخص ہے اپنا اصول رکھتا ہے
کہ جب تلک نہ اٹھے سر قلم نہیں کرتا
دراز کرتا نہیں ہے کہیں بھی دست سوال
نہ کچھ پاس ہو تو پھر بھی وہ غم نہیں کرتا (۳۱)

OPEN ACCESS
CC BY

حوالہ جات

۱۔ رفیع الدین ہاشمی، اصناف ادب، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۲۲ء، صفحہ نمبر ۳۱

۲۔ قاصر جمالی، بجواب سوالنامہ، مرتبہ راقم سردار گڑھ، ۱۶ نومبر ۲۰۱۹ء

۳۔ نذیر احمد بزمی، "خانپور میں اردو غزل"، ادبی اکیڈمی دھریجہ نگر خانپور، فروری ۲۰۱۸ء، ص ۱۴۲

۴۔ شکیل پتافی، ڈاکٹر، بجواب سوالنامہ مرتبہ راقم راجن پور، یکم جنوری ۲۰۲۰ء

۵۔ قاصر جمالی، "اداس لمحوں کا قرض" عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۳۲

۶۔ ایضاً، ص ۶۷

۷۔ شکیل پتافی، ڈاکٹر، بجواب سوالنامہ مرتبہ راقم راجن پور، ۳ جنوری ۲۰۲۰ء

۸۔ قاصر جمالی، "اداس لمحوں کا قرض" عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۸۶

۹۔ ایضاً، ص ۷۷

۱۰۔ ایضاً، ص ۹۲

۱۱۔ شکیل پتافی، ڈاکٹر، بجواب سوالنامہ مرتبہ راقم راجن پور، یکم جنوری ۲۰۲۰ء

۱۲۔ قاصر جمالی، "اداس لمحوں کا قرض" عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۵۶

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۷

۱۴۔ ایضاً، ص ۸۰

۱۵۔ شکیل پتافی، ڈاکٹر، بجواب سوالنامہ مرتبہ راقم راجن پور، یکم جنوری ۲۰۲۰ء

۱۶۔ قاصر جمالی، "اداس لمحوں کا قرض" عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰۲

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۱۱

۱۸۔ ایضاً، ص ۸۱

۱۹۔ ایضاً، ص ۶۷

۲۰۔ ایضاً، ص ۷۷

۲۱۔ ایضاً

۲۲۔ ایضاً، ص ۸۶

۲۳۔ ایضاً، ص ۱۳۷

۲۴۔ ایضاً، ص ۹۰

CC BY

۲۵۔ قاصر جمالی، ”اداس لمحوں کا قرض“ عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۱۰۴

۲۶۔ ایضاً، ص ۶۰

۲۷۔ مظہر سعید گوپانگ، بجواب سوالنامہ مرتبہ راقم رکن پور، ۵ نوری ۲۰۲۰ء

۲۸۔ قاصر جمالی، ”اداس لمحوں کا قرض“ عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۱۱۶

۲۹۔ ایضاً، ص ۵۵

۳۰۔ قاصر جمالی، ”اداس لمحوں کا قرض“ عصائے کلیم پبلی کیشنز، کوٹ مٹھن، ۲۰۰۸ء، ص ۴۴

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۲۳

CC BY